مسئلۂ معاش اور اسلامی تعلیمات

(۲/۱)

از: مولانا مفتی ابوالخیر عارف محمود
رفیق شعبۂ تصنیف وتالیف واستاذ جامعہ فاروقیہ کراچی

انسان کی معاشی کفالت کا خدائی اعلان

حضرت انسان کی ابتدائے آفرینش میں غورکرنے سے پتہ چلتا ہے کہ جس طرح خالق بشریت نے اسے وجود عطا فرمایا، اسی طرح اس کی تمام ضروریات کا بھی انتظام فرمایا، تخلیق آدم علیہ الصلاۃ والسلام کے وقت سے ہی انسان کی بنیادی ضرورتوں اور حوائج کے پیش نظر اللہ رب العزت نے جب اسے جنت میں مکین فرمایا تو اس کی معاشی کفالت بھی فرمائی، اور اس کی بھوک، پیاس، لباس اور رہائش کے انتظام کا اعلان بھی ان الفاظ میں فرمایا:

﴿إِنَّ لَكَ أَلَّا تَجُوعَ فِيهَا وَلَا تَعْرَىٰ، وَأَنَّكَ لَا تَظْمَأُ فِيهَا وَلَا تَضْحَىٰ﴾(۱)

ترجمہ: تجھ کو یہ ملا کہ نہ بھوکا ہو تو اس میں اور نہ ننگا اور یہ کہ نہ پیاس کھینچے تو اس میں، نہ دھوپ۔

حضرت مولانا ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ آیتِ مذکورہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''غرض یہ کہ کھانے اور پینے اور غذا اور قیام اور طعام اور لباس کے سب آرام تجھ کو یہاں حاصل ہیں، اگر یہاں سے نکالا گیا تو دنیاوی رزق اور غذا کے حول کے لیے تجھے بڑی مشقتیں اٹھانی پڑیں گی''(۲)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جنت میں ضروریاتِ زندگی کی یہ بنیادی چاروں چیزیں بے مانگے، بلا مشقت ملتی ہیں''۔(۳)

یعنی جنت میں تو ضروریاتِ زندگی کی ان چار بنیادی چیزوں کا حصول بغیر کسی مشقت کے ہے؛ لیکن دنیا میں ان کے حصول میں مشقت ومحنت کی ضرورت ہوگی، لہٰذا جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا کے اندر بھیجا تو ضرورتِ معاش کے ساتھ اسے کسبِ معاش کی صلاحیتوں سے بھی نوازا، اور اس صلاحیت کو آرزوئے خوب سے خوب ترکی مہمیز لگائی؛ چناں چہ ابتدائے انسانیت سے لے کر عصرِ حاضر تک انسان اپنی ضرورتوں اور صلاحیتوں کے مطابق کسبِ معاش کے لیے تگ

ودوکرتا نظر آتا ہے، اور اسے ہمیشہ سے خوب سے خوب تر کی جستجو رہی ہے۔

انسانی ضروریات اور معیشت کا تعلق

یہ بات بھی روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ انسانی ضروریات کا عمومی تعلق انسانی معیشت کے ساتھ جوڑا گیا ہے اور معیشت کو آسمانی بارش اور زمین کے خزانوں سے منسلک کردیا گیا ہے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

﴿وَلَقَدْ مَكَّنكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ﴾ (۴)

ارشاد ربانی کا مطلب یہ ہے: ہم نے تمہیں زمین میں بااختیار بنا کر تمہاری معیشت کا سامان اس میں رکھ دیا ہے، جس طرح اللہ رب العزت نے انسان کے رزق اور معیشت کو زمین اور اس کے خزانوں کے ساتھ مربوط فرمایا ہے، اسی طرح آسمان سے بذریعۂ بارش رزق اتار کر جسم کی غذا کے اسباب مہیا کیے ہیں، قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

﴿وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ﴾ (۵)

ترجمہ: اور آسمان میں ہے روزی تمہاری اور جو کچھ تم سے وعدہ کیا۔

"وفی السماء رزقُکم" کی تفسیر میں بعض حضرات نے بیان کیا کہ یہ بارش ہے، جس سے اللہ بندوں کا رزق پیدا فرماتا ہے۔ (۶)

خالقِ کون ومکان نے انسان کی تخلیق فرماکر پیدائش سے لے کر موت تک، ہر مرحلے میں اس کے حال کے مناسب اس کی ضروریات کے اسباب مہیا فرمائے ہیں، نہ صرف اس کی غذا؛ بلکہ پرورش کا نظام بھی قائم فرمایا ہے، پیدائش کے روزِ اول سے ہی اللہ کی مہربانیوں کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے کہ نومولود کی ماں کے محبت بھرے سینے سے دودھ کے چشمے جاری فرمادیتے ہیں، پھر جوں جوں بچپن سے لے کر بلوغ اور شعور کو پہنچتا ہے تو اس کے رزق اور وسائلِ رزق رزّاق العالمین کی طرف سے فراہم کیے جاتے ہیں، جن کے ذریعے وہ اپنی ضروریات کا انتظام کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی رزاقی کا کیا کہنا کہ وہ تمام عالم کے انسانوں کو ان کے ماحول کے مطابق رزق فراہم کرتا ہے، اس کی عطا سے بدترین دشمن اور نافرمان بھی محروم نہیں رہتا۔

انسان کی بے راہ روی

مگر یہ انسان ہی ہے کہ جب اس پر نفسیانی خواہشات کا غلبہ ہوجاتا ہے اور شیطان اس کو صراطِ مستقیم سے ہٹا کر اتباعِ نفس کی راہ پر ڈال دیتا ہے تو یہ اپنی جائز وناجائز خواہشات کی تکمیل

کے لیے افراط وتفریط سے کام لیتا ہے، دیگرانسانوں کے حقِ معاش پربھی ڈاکہ ڈالنے لگتا ہے،کبھی طاقت کے نشے میں مست ہوکردولت اوروسائلِ دولت پرقابض ہوجاتا ہے،توکبھی دوسرے انسانوں سے محنت ومزدوری کرواکران کا حقِ محنت اوراجرت ادانہیں کرتا اورکبھی خوب سے خوب ترکی تلاش وجستجو میں خدائی پابندیوں کو پھلانگ کرسوداوردیگرناجائزذرائعِ آمدنی کو اختیار کرتا ہے، غرض، ہرممکن طریقہ سے اپنی ناجائزخواہشات کی تکمیل ہوتی ہے۔

کسبِ معاش میں افراط وتفریط سے ممانعت

رب العالمین نے تمام مخلوقات کی روزی اپنے ذمہ لی ہے،اوردنیا کودارُالاسباب قراردے کراپنی سنت جاری فرمائی کہ محنت اورکوشش کے بقدرمعاش اوراسبابِ معاش فراہم کیے جائیں گے،انسان خدا کی عطا کردہ کسبی صلاحیتوں سے خدا کے خزانوں سے بھرپوراستفادہ کرسکتا ہے؛مگر یادرہے کہ انسانیت کا تقاضہ ہے کہ اس حوالے سے افراط وتفریط سے کام نہ لیا جائے،عدل وانصاف کادامن چھوٹنے نہ پائے،جائزاورصحیح ذرائع آمدنی ومعاش کواختیار کیا جائے،خدا کی منع کردہ چیزوں سے مکمل اجتناب کیا جائے ،جوچیزجس شخص کی ملکیت میں ہے، اس کے حق کا احترام کیا جائے؛البتہ دوسرے کی شئے مملوکہ کوحاصل کرنے کا درست طریقہ یہ ہے کہ خرید و فروخت اورلین دین کے ذریعے تبادلہ کی شکل اختیار کی جائے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کا قول

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے ”حجۃ اللہ البالغہ“ میں اس مضمون کو بہت ہی خوبصورت پیرائے میں بیان فرمایا ہے:

إعلَمْ! أنَّ اللّٰهَ تَعالٰی لَمَّا خَلَقَ الْخَلْقَ وَجعلَ مَعَايِشَهُمْ فِي الْأرضِ، وَأباحَ لَهُمُ الانْتِفَاعَ بِمَافِيْهَا، وَقعتْ بَيْنَهُمُ الْمَشُحَةُ وَالْمُشَاجَرَةُ، فَكَانَ حُكْمُ اللّٰهِ عِنْدَ ذٰلِكَ تَحْرِيْمُ أنْ يُزَاحِمَ الْإنْسَانُ صَاحِبَهٗ فِيْمَااخْتُصَّ بِهٖ؛ لَسَبَقَ يَدُهٗ إلَيْهِ أوْ يَدُ مُوْرِثِهٖ، أوْ لِوَجْهِ مِّنَ الْوُجُوهِ الْمُعْتَبَرَةِ عِنْدَهُمْ، إلاّ بِمُبَادَلَةٍ أوْتَرَاضٍ مُعْتَمِدٍ عَلٰى عِلْمٍ مِنْ غَيْرِ تَدْلِيْسٍ وَرُكُوْبِ غَرَرٍ، وَأيْضًا لَمَّا كَانَ النَّاسُ مَدَنِيِّيْنَ بِالطَّبْعَةِ لَا تَسْتَقِيْمُ مَعَايِشُهُمْ إلاَّ بِتَعَاوُنٍ بَيْنَهُمْ، نَزَلَ الْقَضَاءُ بِإيْجَابِ التَّعَاوُنِ، وَأنْ لَايَخْلُو أحَدٌ مِّنْهُمْ مِمَّا لَهٗ دَخْلٌ فِي التَّمَدُّنِ، إلَّا عِنْدَ حَاجَةٍ لَايَجِدُ مِنْهَا بُدًّا۔(۷)

(ترجمہ)یہ واضح رہے کہ اللہ تعالی نے جب مخلوق کو پیدا کیا اورزمین میں اس کی معاشی

ضروریات کے لیے سامان فراہم کردیا، اوران کوسب کے لیے مباح اور عام کردیا تو مخلوق میں (ان سے متمتع ہونے کے حوالے سے) مزاحمت اور مناقشت شروع ہوگئی، تب اللہ تعالی نے حکم دیا کہ کوئی شخص سبقت اور پہل کرکے کسی شئے کو اپنے قبضے میں کرلے، یا مورث کے قبضہ کی وجہ سے اس کی وراثت میں آجائے، یا ان کے علاوہ ایسے دوسرے طریقوں سے اس کا قبضہ ہوجائے جو اللہ تعالی کے نزدیک جائز طریقے قرار پاچکے ہیں، تو دوسرے شخص کو اس کی مقبوضہ شئے میں مزاحمت کا حق نہیں؛ البتہ دوسرے کی مقبوضہ شئے کو حاصل کرنے کے لیے جائز طریقہ یہ ہے کہ خرید وفروخت اور لین دین کے ذریعے تبادلہ کی شکل اختیار کی جائے، یا معتبر طریقوں یا باہمی رضامندی سے لین دین انجام پائے تو بہت بہتر ہے، انسان چوں کہ مدنی الطبع یعنی معاشرے میں مل جل کر رہنے والا واقع ہوا ہے، لہٰذا اس کی زندگی تعاون واشتراک کے بغیر ناممکن ہے، تو اللہ تعالی نے تعاون واشترکِ باہمی کو واجب قرار دیا ہے اور یہ بھی لازم کیا کہ بغیر ضرورتِ شدیدہ کے کسی فرد کو ایسے امور سے کنارہ کش ہونے کا حق نہیں جو تہذیب ومعاشرت کے مسئلہ میں دخیل ہوں“۔

مسئلۂ معاش اور انسانی کوششیں

مشاہدہ ہے کہ انسان اپنے معاشی مسائل کے حل اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے نہ صرف یہ کہ سرگرمِ عمل رہتا ہے؛ بلکہ جنون کی حد تک اس میں مصروفِ کار ہوتا ہے، اسی تگ ودو میں بعض دفعہ اس کی سوچنے اور سمجھنے کی قوتیں ماؤف ہوجاتی ہیں، اور وہ اپنے ہوش وحواس تک کھو بیٹھتا ہے، غرض معاشی تحفظ کے لیے جو بھی راہ سوجھتی ہے، یا جس راہ پر بھی روشنی دکھائی دیتی ہے اس کے نتائج وعواقب سے بے نیاز ہوکر خواہشات کے بے لگام گھوڑے پر سوار ہوکر سرپٹ دوڑے چلے جاتا ہے، کبھی ایک راہ اختیار کرتا ہے تو کبھی دوسری، درست راہ کی طرف راہنمائی نہ ہونے کی وجہ سے ہر بار گوہرِ مقصود ہاتھ نہیں آتا، اس کا دامن یاس وحرمان کے کانٹوں میں مزید الجھ جاتا ہے، مسائل حل ہونے کے بجائے بڑھتے چلے جاتے ہیں، معاشی بوجھ سے سبکدوش ہونے کے بجائے وہ مزید اس کے پنجے میں دبتا چلا جاتا ہے۔

مختلف زمانوں میں انسانی ذرائع معاش

ہر زمانہ میں انسان نے اپنے معاشی مسائل کے حل اور ضروریاتِ زندگی کی فراہمی کے لیے مختلف ذرائع کو اختیار کیا، اوّلاً رزق کے تمام ذرائع زمین میں تھے اور انسانی زندگی کا پہلا دور اسی

زمین کی پیداوار پر اکتفا کرتا تھا، یا زمین پر چلنے والے جانور اسے شکار کی صورت میں مل جاتے تھے، صدیوں تک یہی عمل جاری رہا، پھر تہذیب وتمدن کا عمل بڑھتا گیا اور ضروریات میں اضافہ ہوا تو نئے ذرائعِ معاش بھی وجود میں آنے لگے، اور یوں مصنوعات کا دور شروع ہوا، انسانی زندگی کے ابتدائی دور میں تبادلۂ اشیاء کا نظام رائج ہوا اور ایک طویل زمانہ تک اسی کا رواج رہا، ہر ایک اپنی ضرورت کی چیز لے کر دوسرے کو اس کی ضرورت کی چیز فراہم کرتا تھا، مرورِ زمانہ کے ساتھ اس مقصد کے لیے مختلف ذرائع ایجاد ہوتے رہے، یہاں تک کہ سونے، چاندی، دھاتوں کے بدلے معاملات انجام پانے لگے، پھر سکوں کا دور آیا، پھر معیشت کی جدید شکلیں اور نظریے وجود پذیر ہوئے اور دنیا سکوں سے کاغذی کرنسی کی طرف آ گئی، اور آج نوبت کاغذی کرنسی سے مختلف کارڈز تک پہنچ گئی کہ ضرورت مند خریداری کر کے بجائے عوض میں کاغذی نوٹ دینے کے تاجر کو کارڈ دکھاتا ہے اور اپنی مطلوبہ اشیاء حاصل کر لیتا ہے، جس رفتار سے ایجادات ہو رہی ہیں اور جس طرح انسان لامحدود خواہشات کی تکمیل میں لگا ہوا ہے، اس سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ اسی پر بات رکے گی نہیں؛ بلکہ مزید نئی صورتیں جود میں آئیں گی۔

کسبِ معاش اور اسلامی تعلیمات

اسلام کسی معاشی نظام اور معاشی نظریے کا نام نہیں؛ بلکہ یہ ایک دین اور مکمل نظامِ حیات ہے، جس میں زندگی کے تمام شعبوں سے متعلق کامل واکمل رہنمائی موجود ہے، دیگر شعبہ جات زندگی کی طرح معاش، کسبِ معاش اور ان سے متعلقہ امور کے لیے اسلام نے احکامات بیان فرمائے ہیں، بعض حضرات اسلام کو بھی ایک معاشی نظریہ اور نظام سمجھ کر اس کا تقابل دیگر جدید وقدیم معاشی نظاموں سے کرتے ہیں، جو کسی طرح بھی درست نہیں؛ اس لیے کہ تاریخِ انسانی کے ہر دور میں معاشی مسائل کے حل کے لیے ہمہ نوع اور باہم دیگر متضاد نظریات پیش کیے جاتے رہے ہیں، اور آئندہ بھی ایسا ہوتا رہے گا؛ لیکن زمانہ شاہد ہے کہ یہ نظریات زمان ومکان کے ساتھ ساتھ بدلتے مٹتے اور تبدیل ہوتے رہتے ہیں؛ جب کہ اسلام نوعِ انسانی کے لیے عالم گیر، دائمی، ابدی، حتمی اور کامیابی کا ضامن لائحۂ عمل مہیا کرتا ہے، اپنی وسعت، ہمہ گیری، جامعیت اور اکملیت کے باوصف اسلام نے حیاتِ انسانی کے تمام پہلوؤں کے لیے جامع ومانع پروگرام مرحمت فرمایا ہے، اس میں معاشی زندگی کے حوالے سے بھی رہنمائی کی گئی ہے۔

کسبِ معاش کے لیے اسلامی احکامات اور اس کے فراہم کردہ اصولوں میں محنت، اس کی

ضرورت واہمیت سرمایہ کا حصول وحرفت، زمین کی ملکیت، پیداواری صلاحیت اور پیداوار کے احکام، لین دین میں معاہدات اور عہد کی پابندی، صداقت، امانت، دیانت داری، راست بازی، حق گوئی اور سچائی کی تلقین، دھوکہ دہی، ذخیرہ اندوزی، ناجائز منافع خوری، بلیک مارکیٹنگ اور ملاوٹ کی مذمت وممانعت، رشوت اور سود کی قباحت وحرمت اور مخربِ اخلاق ذرائع آمدنی سے اجتناب ودیگر کئی اور پہلوؤں سے متعلق احکام وہدایات کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ معاشرتی زندگی کے حوالہ سے ہمدردی غم گساری، ایثار وقربانی اور اللہ کی راہ میں خرچ کو اہمیت دی گئی ہے، فرد اور معاشرہ کو ان کا حکم دیا گیا ہے۔

محنت

کسبِ معاش میں محنت کو خاص اہمیت حاصل ہے، خود محنت کر کے کمانے کو سراہا گیا ہے؛ چناں چہ بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے:

''مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعاماً قَطُّ خَيْرًا مِنْ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهٖ، وَأَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ دَاؤُدَ عليه السلامُ كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهٖ''. (۸)

ترجمہ: تم میں کوئی اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کوئی چیز نہیں کھاتا، اور اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتے تھے۔

ایک دوسری روایت میں ہے:

''لأَنْ يَّحْتَطِبَ أَحَدُكُمْ حِزْمَةً عَلٰى ظَهْرِهٖ خَيْرٌ مِنْ أَنْ يَّسْأَلَ أَحَدًا فَيُعْطِيَهٗ أَوْ يَمْنَعُهٗ''. (۹)

ترجمہ: تم سے کوئی اپنی پشت پر لکڑیوں کا گٹھا اٹھائے یہ اس بات سے بہتر ہے کہ کسی سے کوئی سوال کرے، کوئی اسے دے یا نہ دے۔

حلال کمائی کو فریضہ سے تعبیر کیا گیا ہے؛ چناں چہ ارشاد نبوی ہے:

''كَسْبُ الْحَلَالِ فَرِيْضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ''. (۱۰)

ترجمہ: حلال روزی کمانا فرائضِ (لازمہ) کے بعد فریضہ ہے۔

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں حضورِ اکرم ﷺ نے طلبِ معاش کی فکر کو (مخصوص) گناہوں کا کفارہ قرار دیا ہے؛ چناں چہ ارشادِ گرامی ہے:

''إِنَّ مِنَ الذُّنُوْبِ ذُنُوْبًا، لَا تُكَفِّرُهَا الصَّلٰوةُ وَلَا الصِّيَامُ وَلَا الْحَجُّ وَلَا الْعُمْرَةُ،

قَالُوا: فَمَا یُکَفِّرُهَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟! قَالَ: اَلْهُمُوْمُ فِيْ طَلَبِ الْمَعِیْشَةِ". (۱۱)

(ترجمہ) ''گناہوں میں سے بعض گناہ ایسے ہیں، جنہیں نہ نماز معاف کرواتی ہے، نہ ہی روزہ اور نہ حج وعمرہ معاف کراتے ہیں، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! پھر انھیں کون سی چیز معاف کرواتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ان کا کفارہ کسبِ معاش میں پیش آنے والی پریشانیاں ہیں''۔

خود حضورِ اکرم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کا اولین پہلو یہ ہے کہ آپ ﷺ خود محنت فرماکر اللہ تعالیٰ کے خزانوں سے روزی کماتے، خود کھاتے اور دوسروں کو کھلاتے تھے، قبل از نبوت کی حیاتِ طیبہ میں کئی ایک تجارتی اسفار جو شام، بصرہ اور یمن کی طرف اختیار فرمائے قابلِ ذکر ہیں۔ (۱۲)

حضورِ اکرم ﷺ کی مبارک اور پاکیزہ تعلیمات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خود اپنے ہاتھ سے محنت کرکے حلال روزی کمانا شریعت میں محمود اور مطلوب ہے۔

سرمایہ اور اس کا حصول

اسلام دولت اور سرمایہ کو ناپسندیدہ نظر سے نہیں دیکھتا؛ بلکہ اسلامی تعلیمات میں جگہ جگہ اسے ''خیر'' کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے؛ چناں چہ ارشاد ربانی ہے: ﴿وَإِنَّهُ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْدٌ﴾ (۱۳)

ترجمہ: بے شک وہ مال کی محبت میں بہت سخت ہیں۔

سورۃ البقرۃ میں ارشاد خداوندی ہے: ﴿وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ یُّوَفَّ إِلَیْکُمْ﴾ (۱۴)

ترجمہ: اور تم مال میں سے جو کچھ خرچ کروگے تمہیں پورا پورا دیا جائے گا۔

حلال ذرائعِ آمدنی

مال کا حصول حلال طریقے سے ہونا ضروری ہے، حلال مال وہی ہوگا جس کا ذریعہ بھی حلال ہوگا، ورنہ حلال رزق بھی حرام اور ناپاک تصور ہوگا، جیسے حلال اناج اور گندم چوری کے ذریعے، اسی طرح حلال روپے رشوت اور غبن کے ذریعے، ناپ تول میں کمی، یا ملاوٹ کرکے اور جھوٹ بول کر کمائے جائیں تو یہ ساری چیزیں حلال رزق کو بھی حرام کردینے والی ہیں۔

مال کے حصول میں دیانت وامانت کے اصول کو مرکزی نکتہ کی حیثیت دی گئی ہے؛ تاکہ باہمی مفادات کا احترام وتقدس قائم رہ سکے؛ چناں چہ باطل طریقے سے ایک دوسرے کے مال کو کھانے سے منع کیا گیا ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا تَأْکُلُوْا أَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ (۱۵)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنے مال آپس میں باطل طریقہ سے مت کھاؤ۔

حلال رزق کو حلال طریقہ سے کمانے کی ترغیب آپ علیہ الصلوٰۃ السلام نے ایک دوسرے انداز میں بھی ارشاد فرمائی ہے؛ چناں چہ ارشاد مبارک ہے:

”أیُّما عَبدٍ نَبتَ لَحمُهٗ مِنَ السُّحتِ وَالرِّبَا، فَالنَّارُ أولٰی بِہٖ“. (۱۶)

ترجمہ: جس شخص کا گوشت پوست ظلم اور سود سے پلے بڑھے، اس کے لیے جہنم کی آگ ہی زیادہ بہتر ہے۔

دوسرے کا حق چاہے زیادہ ہو یا معمولی، ناجائز طریقہ سے قبضہ کرنے سے منع کیا گیا ہے، حدیث آیا ہے:

”مَنِ اقتَطَعَ شِبرًا مِنَ الأرضِ ظُلماً طَوَّقَهٗ اللّٰہُ إیَّاہُ یَومَ القِیٰمَةِ مِن سَبعِینَ أَرضِینَ“. (۱۷)

ترجمہ: جس شخص نے ظالمانہ طور پر کسی سے زمین کا ایک بالشت حصہ لے لیا، قیامت کے روز اللہ تعالی سات زمینوں کا بوجھ اس کے گلے میں ڈال دے گا۔

ایک اور روایت میں معمولی اشیاء کے بارے میں فرمایا:

”مَنِ اقتَطَعَ حَقَّ امرِئٍ مُسلِمٍ بِیَمِینِہٖ فَقَد أوجَبَ اللّٰہُ لَهُ النَّارَ وَحَرَّمَ عَلَیہِ الجَنَّةَ، فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ: وَإن کَانَ شَیئًا یَسِیرًا یَا رَسُولَ اللّٰہِ؟! قَالَ: وَإن کَانَ قَضِیباً مِن أَرَاکٍ“. (۱۸)

ترجمہ: جس نے کسی مسلمان کا حق قسم کے ذریعے ختم کردیا، اللہ نے اس کے لیے جہنم واجب کردی اور اس پر جنت کو حرام کردیا، ایک شخص نے عرض کیا کہ اگر بہت معمولی سی چیز کا معاملہ ہو تو؟ (پھر بھی ایسا ہی ہوگا) فرمایا: اگر چہ اراک درخت کی شاخ ہی کیوں نہ ہو۔

جدید معاشی نظریات اور اسلام

معاشی مسائل میں غوطہ زنی سے پہلے ایک بنیادی نکتے کا سمجھنا ضروری ہے، جس کی وجہ سے جدید معاشی نظریات اور معاش کے اسلامی احکام میں تمیز اور فرق سہل ہو جاتا ہے، وہ یہ کہ اسلام اگر چہ سہولیات دنیوی کے ترک اور طلبِ رزق کی مشغولیت کو ناپسندیدہ سمجھنے میں رہبانیت کا مخالف ہے، اور معاشی میدان میں انسانی حرکت کو نہ صرف مباح؛ بلکہ بعض اوقات اسے پسندیدہ اور ضروری قرار دیتا ہے؛ لیکن اس سب کے باوجود معاش کو انسان کے لیے بنیادی مسئلہ قرار نہیں

دیتا، نہ ہی معاشی ترقی کو حیاتِ انسانی کا مقصود ومنتہا سمجھتا ہے، یہیں سے مادیت پر مبنی معیشت اور معیشت کے اسلامی احکام میں بڑا اور بنیادی فرق واضح ہوجاتا ہے کہ مادیت پرست معیشت ہی کو انسان کی زندگی کا مقصود ومنتہا قرار دیتے ہیں، جب کہ اسلام یہ کہتا ہے کہ بقدر ضرورت طلبِ معاش سے کوئی فرد بشر مستغنی نہیں؛ لیکن اسی کو انسانیت کی معراج سمجھنے کی ہرگز اجازت نہیں کہ انسان اسے اپنی کامیابی وناکامی کے لیے معیار قرار دے۔(۱۹)

مسائلِ اربعہ کا حل اسلامی تعلیمات کی روشنی میں

معاش کو انسانی زندگی کا مقصود ومنتہا قرار دینے والوں نے جن چار مسائل کو معیشت کی بنیاد بنایا اور انھیں حل کرنے کے لیے اپنے مذعومہ نظریات پیش کیے، اسلامی احکامات کے تناظر میں ان کا جائزہ لینے سے جو باتیں سامنے آتی ہیں، ان کا خلاصہ درج ذیل ہے:

طلب ورسد کے فطری قوانین کا اعتراف

اسلام طلب ورسد کے فطری قوانین کا نہ صرف معترف ہے؛ بلکہ اس حوالے سے ہدایات بھی فراہم کرتا ہے، قرآن کریم میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

﴿نَحۡنُ قَسَمۡنَا بَيۡنَهُم مَّعِيشَتَهُمۡ فِي ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَا وَرَفَعۡنَا بَعۡضَهُمۡ فَوۡقَ بَعۡضٖ دَرَجَٰتٖ لِّيَتَّخِذَ بَعۡضُهُم بَعۡضٗا سُخۡرِيّٗا﴾(۲۰)

ترجمہ: ہم نے ان کے درمیان معیشت کو تقسیم کیا ہے اور ان میں سے بعض کو بعض پر درجات میں فوقیت دی ہے؛ تاکہ ان میں سے ایک دوسرے سے کام لے سکیں۔

یہاں کام لینے کو طلب اور کام کرنے کو رسد سے تعبیر کیا جاسکتا ہے، یہی وہ چیز ہے جس کی باہمی کشمکش اور امتزاج سے ایک متوازن معیشت وجود میں آسکتی ہے۔

ہم نے پہلے عرض کیا تھا کہ اسلام اس حوالے سے ہدایات بھی فراہم کرتا ہے، لہٰذا ایک موقع پر جب آپ علیہ السلام سے بازار میں فروخت ہونے والی اشیاء کی قیمتیں اور نرخ متعین کرنے کی درخواست کی گئی تو جواب میں آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

”إِنَّ اللّٰہَ هُوَالْمُسَعِّرُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الرَّازِقُ“.(۲۱)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالی ہی قیمت مقرر کرنے والے ہیں، وہی چیزوں کی رسد میں کمی اور زیادتی کرنے والے ہیں، اور وہی رزاق ہیں۔

ایک اور حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے کہ بازار میں رائج طلب ورسد

کے قوانین فطری ہیں، ان میں تبدیلی درست نہیں، آپ نے شہریوں کو دیہات والوں کے لیے یعنی ان سے مال لے کر خود شہر میں مہنگے داموں فروخت کرنے سے منع فرمایا اور ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرمایا:

"دَعُوا النَّاسَ يَرْزُقُ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ مِنْ بَعْضٍ". (۲۲)

ترجمہ: لوگوں کو آزاد چھوڑ دو تاکہ اللہ تعالی ان میں سے بعض کو بعض کے ذریعے رزق عطا فرمائے۔

اس حدیث میں تیسرے شخص کی مداخلت کو منع فرمایا گیا؛ تاکہ طلب و رسد کا صحیح توازن قائم ہو، اور ذخیرہ اندوزی کے ذریعے مصنوعی قلت پیدا کرکے طلب و رسد کے قدرتی نظام میں بگاڑ سے حفاظت ہو سکے، گویا اسلام کے معاشی احکام سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ فی الجملہ طلب و رسد اور ذاتی منافع کے محرک کا اعتبار ہے؛ لیکن ساتھ ساتھ یہ بھی بتا دیا کہ جدید معاشی نظریات کی طرح ان کو بے لگام نہیں چھوڑا گیا کہ جس طرح چاہیں معاملہ کریں؛ کیوں کہ مطلق آزادی ذخیرہ اندوزیوں کو جنم دیتی ہے، جس سے مارکیٹ کا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔ (۲۳)

متوازن معیشت

مارکیٹ کو سرمایہ داروں کے تسلط اور دیگر مفاسد سے بچانے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اسلام کے معاشی احکام سے واقف ہوں اور ان پر عمل پیرا ہوں، تاکہ شخصی آزادی اور مارکیٹ کی آزاد فضا کے درمیان توازن و معاشرہ کی آزادی کے درمیان توازن قائم ہو سکے۔

اسلام کے بتائے ہوئے احکام میں سود، قمار اور سٹہ بازی کی حرمت خاص اہمیت رکھتی ہے؛ کیوں کہ یہی وہ ذرائع ہیں جن کے ذریعے سے مال و سرمایہ سمٹ کر صرف چند سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں آ جاتا ہے، تاریخ گواہ ہے کہ سرمایہ داریت و مادیت کا طوفان انہی مذکورہ بالا اسباب کے نتیجے میں برپا ہوا، اور آج پورے خطۂ ارضی کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے ہے۔ ذخیرہ اندوزی، قافلوں کے شہر میں آمد سے قبل ہی خرید و فروخت، شہری کا دیہاتی کے لیے معاملہ اور تمام بیوعاتِ فاسدہ اور باطلہ کی حرمت کی وجہ یہ بھی ہے کہ ان سے مارکیٹ کے فطری اصول متاثر ہوتے ہیں، رسد و طلب کے قوانین معطل ہو کر چند سرمایہ داروں کے ہاتھ کھلونا بن کر رہ جاتے ہیں۔ (۲۴)

ذاتی منافع کے محرک پر عائد اسلامی پابندیاں

اسلام کی پاکیزہ تعلیمات کے مقابلے میں سرمایہ داریت میں ذاتی منافع کے محرک

کو بالکل آزاد چھوڑ دیا گیا ہے، جس کے نتیجے میں وہ خرابیاں پیدا ہوئیں جن کا ذکر گزشتہ سطور میں کیا گیا، اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ذاتی منافع کے محرک پر جو پابندیاں عائد ہوتی ہیں، وہ تین طرح کی ہیں:

(۱) خدائی پابندیاں

سب سے پہلے تو اسلام نے معاشی سرگرمیوں پر حلال وحرام کی کچھ ایسی ابدی پابندیاں عائد کی ہیں جو ہر جگہ اور ہر زمانے میں نافذ العمل ہیں، یہ پابندیاں نہ صرف عقلِ انسانی کے موافق ہیں؛ بلکہ وحیِ الٰہی کے ذریعہ سے ان کو ابدی حیثیت بھی دی گئی ہے؛ تاکہ کوئی مادہ پرست اور فاسد العقل شخص اپنی عقلی تاویلاتِ فاسدہ کے ذریعے ان سے چھٹکارا حاصل کر کے معیشت اور معاشرے کو ناہمواریوں میں مبتلا نہ کر سکے۔

تکملۃ فتح الملہم میں ان پابندیوں کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

"فَلَا يَجُوزُ لِأَحدٍ مِّنَ الْمُكْتَسِبِينَ أَنْ يَكْسِبَ الْمَالَ بِطَرِيْقَةٍ غَيْرِ مَشْرُوعَةٍ مِّنَ الرِّبٰوا وَالْقِمَارِ وَالتَّخْمِينِ وَسَائِرِ الْبُيُوْعِ الْفَاسِدَةِ أَوِ الْبَاطِلَةِ". (۲۵)

ترجمہ: کسی تاجر کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ سود، قمار، سٹہ بازی وردیگر تمام بیوع فاسدہ وباطلہ کے غیر مشروع طریقہ سے مال کمائے۔ (کیوں کہ یہ چیزیں عموماً اجارہ داریوں کے قیام کا ذریعہ بنتی ہیں)۔

(۲) حکومتی پابندیاں

تمام حالات میں جب کہ معاملات ہدایاتِ الٰہیہ کی روشنی میں انجام دیے جا رہے ہوں تو اسلام معاشی سرگرمیوں میں حکومت کو مداخلت کی اجازت نہیں دیتا؛ البتہ اگر کوئی عمومی مصلحت ہو، یا کوئی اپنی ذاتی اجارہ داری قائم کر رہا ہو تو حکومتِ وقت تاجروں پر ایسی پابندیاں عائد کر سکتی ہے، جن سے معیشت ناہمواری کا شکار ہونے سے بچ جائے۔

چناں چہ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بازار تشریف لائے تو دیکھا کہ ایک شخص کوئی چیز اس کے معروف نرخ سے بہت کم داموں میں فروخت کر رہا ہے، تو آپ نے اس سے فرمایا:

"إِمَّا أَنْ تَزِيْدَ فِي السِّعْرِ وَإِمَّا أَنْ تَرْفَعَ مِنْ سُوقِنَا". (۲۶)

ترجمہ: یا تم دام میں اضافہ کرو، ورنہ ہمارے بازار سے اٹھ جاؤ۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ حکومت کسی مصلحت کے تحت کوئی پابندی عائد کر سکتی ہے:

کیوں کہ مارکیٹ میں اگر کوئی معروف نرخ سے کم قیمت پر خرید وفروخت کرے تو اس سے دیگر تاجروں کے لیے جائز نفع کا راستہ بند ہوسکتا ہے، لہٰذا اس سے کہا گیا: یا تو تم معروف بھاؤ پر فروخت کرو، ورنہ یہ بازار چھوڑ کر چلے جاؤ؛ البتہ یہ ضروری ہے کہ حکومت کی طرف سے عائد کردہ پابندیاں قرآن وسنت کے کسی حکم سے متصادم نہ ہوں، وگرنہ وہ پابندیاں قابلِ التفات وقابلِ عمل نہیں ہوں گے؛ کیوں کہ اسلام ہمیں اس کی تعلیم دیتا ہے کہ خدائی احکام کے مقابلہ میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں، جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے:

''لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ''۔(۲۷)

ترجمہ: خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔

(۳) اخلاقی پابندیاں

اسلامی تعلیمات میں قدم قدم پر انسان کو یہ بتایا گیا ہے کہ معاشی سرگرمیاں اور ان سے حاصل ہونے والے مادی فوائد انسان کی زندگی کا منتہا مقصود نہیں؛ بلکہ وجہ تخلیقِ آدم اخروی زندگی کی لازوال کامیابیوں کا حصول ہے، اگر کائنات کے کسی بھی خطے میں اسلام کی پاکیزہ تعلیمات اور احکام کا مکمل نفاذ ہوتو وہاں سے اشتراکیت، شیوعیت اور سرمایہ داریت کے تمام زہریلے اثرات ختم ہوجائیں گے، جس کے نتیجہ میں وہاں ظلم، قساوت اور نفس پرستی سے پاک معیشت وجود میں آئے گی۔(۲۸)

اسلام نے تجارت ومعیشت کو پاکیزہ اور صاف ستھرا رکھنے کے لیے جو ضوابط وقوانین مقرر کیے ہیں وہ نہ صرف دنیا میں حلال رزق کے حصول کا ذریعہ ہیں؛ بلکہ آخرت میں اعلیٰ درجات کا باعث بھی ہیں۔ (باقی آئندہ)

❀ ❀ ❀

حوالہ جات

(۱) طٰہٰ:۱۱۸، ۱۱۹۔

(۲) معارف القرآن، سورۃ طٰہٰ، آیت:۱۱۸، ۱۱۹: ۱۶۶/۵، (۱۴۲۲ھ) ط، مکتبہ المعارف، شہداد پور، سندھ۔

(۳) معارف القرآن، سورۃ طٰہٰ، آیت:۱۱۸، ۱۱۹: ۱۶۶/۵، (۱۴۲۲ھ) ط، ادارۃ المعارف، کراچی۔

(۴) الأعراف:۱۰۔

(۵) الذاریات:۲۲۔

(۶) معارف القرآن للکاندھلوی: ۶/۷ ص ۵، طۃ مکتبہ المعارف شہداد پور۔

(۷) حجۃ اللہ البالغہ، باب من أبواب ابتغاء الرزق: ۲/ ۲۷۳، ط، زمزم پبلشرز کراچی۔

(۸) البخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب البیوع، باب کسب الرجل وعملہ بیدہ، (رقم الحدیث: ۲۰۷۴): ۴۱۲، دارالکتاب العربی، بیروت۔

(۹) حوالا سابق، رقم الحدیث: ۲۰۷۴۔

(۱۰) البیہقی، أبوبکر أحمد بن الحسین بن علی، السنن الکبری، کتاب الاجارۃ، باب کسب الرجل وعملہ بیدہ" (رقم الحدیث: ۱۲۳۰): ۱۲۸/۶، ط ۱۳۴۴ھ مجلس دائرۃ النظامیۃ، حیدرآباد، الہند۔

(۱۱) الہیثمی، نورالدین علی بن أبی بکر، مجمع الزوائد، کتاب البیوع، باب الکسب والتجارۃ ومحبتہا والحث علی طلب الرزق، (رقم الحدیث: ۶۲۳۹): ۱۰۹/۴، دارالفکر، بیروت۔

(۱۲) علامہ شبلی نعمانی، سیرۃ النبی ﷺ، ظہورِ قدسی، شغل تجارت: ۱۸۷/۱ کواپریٹیو کیپٹل پرنٹنگ پریس، لاہور، ط: پنجم۔

(۱۳) العادیات: ۸۔

(۱۴) البقرۃ: ۲۷۲۔

(۱۵) البقرۃ: ۱۸۸۔

(۱۶) الطبرانی، أبوالقاسم سلیمان بن أحمد، المعجم الأوسط، (رقم لحدیث: ۶۴۹۵): ۳۱۰/۶، ت: طارق بن عوض اللہ الحسینی، ط: دارالحرمین، القاہرۃ ۱۴۱۵ھ۔

(۱۷) القشیری، أبوالحسین مسلم بن حجاج بن مسلم، صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب تحریم الظلم وغصب الأرض وغیرہا، (رقم الحدیث: ۴۱۳۲) ص: ۷۰۳، ط، دارالسلام، الریاض ۱۴۱۹ھ۔

(۱۸) الأصبحی، مالک بن أنس بن مالک بن أبی عامر بن الحارث، موطا الإمام مالک، کتاب الأقضیۃ، باب ماجاء فی الحنث علی منبر النبی ﷺ، ص: ۶۳۶، قدیمی، کراچی۔

(۱۹) تکملۃ فتح الملہم، کتاب البیوع، مسئلۃ الاقتصاد فی الإسلام (ملخصاً): ۳۰۰/۱، ۳۰۱، مکتبۃ دارالعلوم کراتشی، ۱۴۱۴ھ۔

(۲۰) الزخرف: ۳۲۔

(۲۱) السجستانی، أبوداؤد سلیمان بن الأشعث الأزدی، سنن أبی داؤد، کتاب الإجارۃ، باب فی الشعیر، (رقم الحدیث: ۳۴۵۱): ۳۷۴/۳، ۳۷۵، دار إحیاء التراث العربی، ۱۴۲۱ھ۔

(۲۲) الترمذی، أبوعیسی محمد بن عیسی بن سورۃ، سنن الترمذی، کتاب البیوع، باب ماجاء لایبیع حاضر لباد، (رقم الحدیث: ۱۲۲۳): ۲۶۶/۲، دارالکتب العلمیۃ، بیروت ۱۴۲۱ھ۔

(۲۳) تکملۃ فتح الملہم، کتاب البیوع، المذہب الاقتصادی الإسلامی: ۳۱۰/۱، ۳۱۱، مکتبۃ دارالعلوم کراتشی۔

(۲۴) حوالا سابق: ۳۱۱/۱، ۳۱۲۔

(۲۵) تکملۃ فتح الملہم، کتاب البیوع، المذہب الاقتصادی الإسلامی: ۳۱۲/۱، مکتبۃ دارالعلوم کراتشی۔

(۲۶) إمام دارالہجرۃ، مالک بن أنس، مؤطا الإمام مالک، کتاب البیوع، باب الحکرۃ والتربص، ص: ۵۹۱، قدیمی، کراچی۔

(۲۷) التبریزی، الخطیب، ولی الدین ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ، مشکاۃ المصابیح، کتاب الامارۃ والقضاء، الفصل الثانی، (رقم الحدث: ۳۶۹۶): ۸/۳، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۲۴ھ-۲۰۰۳م۔

(۲۸) تکملۃ فتح الملہم، کتاب البیوع، المذہب الاقتصادی الإسلامی، تدخل الأخلاق: ۳۱۳/۱، مکتبۃ دارالعلوم کراتشی۔